دفاع حرمین اور پاک فوج

حضرت مولانا محمد حنیف جالندھری صاحب
ناظم اعلیٰ: وفاق المدارس العربیہ پاکستان

سعودی عرب اور پاکستان کے مابین اخوت ومحبت کا رشتہ صرف اقتصادی، تجارتی، سیاسی اور عسکری دوستی اور باہمی تعاون کا رشتہ ہی نہیں بلکہ ایک دینی، ایمانی اور روحانی رشتہ ہے، اس رشتے اور اخوت کا ہر مشکل میں، ہر موقع پر اور ہر جگہ دونوں طرف سے اظہار ہوتا رہا۔ پاکستان کی اقتصادی مشکلات ہوں یا پٹرول کی کمی کا مسئلہ، کشمیر کا مسئلہ ہو یا افغانستان کے امور، قیامت خیز زلزلہ ہو یا ہلاکت خیز سیلاب...... مشکل کی ہر گھڑی میں سعودی عرب نے پاکستان کے لیے بڑے بھائی کا کردار ادا کیا۔ جتنی بڑی مقدار میں سعودی عرب کی جانب سے تعاون کیا گیا اتنی مقدار میں تعاون کرنا سپر پاورز کے بس کی بات بھی نہیں۔ ہم جب پیچھے پلٹ کر دیکھتے ہیں تو ہماری عسکری دنیا میں ہونے والے جملہ تجربات میں سعودی عرب کا حصہ نظر آتا ہے، ہمارے زرمبادلہ کے ذخائر میں سعودی عرب کا تعاون دکھائی دیتا ہے، ہمارے سیاسی بحرانوں میں سعودی عرب ثالثی کا کردار ادا کرتا ہے، ہمارے دیس کے بچوں کو محنت مزدوری کے لیے سعودی عرب ایک مادر مہربان کی طرح اپنی آغوش میں لیتا نظر آتا ہے، ہمارے حاجیوں اور معتمرین کے سامنے ہمارے سعودی بھائی دیدہ ودل فرش راہ کیے دکھائی دیتے ہیں۔ ہمارے ہاں سعودی عرب نے کتنے ہسپتال بنوائے، کتنی مساجد تعمیر کروائیں، کتنے اسکول بنائے، زلزلہ زدہ علاقوں میں بسنے والوں اور سیلاب کی نذر ہو جانے والوں کی امداد اور بحالی کے لیے سعودی عرب میں شاہ عبداللہ کی جانب سے امدادی مہم شروع ہوئی تو سعودی عرب کے ننھے منے بچے اپنی جیب خرچی لا کر چندہ مہم میں ڈالنے لگے، سعودی خواتین نے اپنے زیورات تک پاکستانی مسلمانوں کے تعاون کے لیے نچھاور کیے، کسی عالمی فورم پر سعودی عرب کی اخلاقی حمایت کی ضرورت پڑی تو سعودی عرب ہمیشہ پاکستان کے شانہ بشانہ نظر آیا، الغرض ایسی مثالی اور منفرد دوستی کی مثال شاید ہی دنیا کے کسی اور خطے کے

ممالک پیش کرسکتے ہوں۔

پاکستان نے بھی ہمیشہ اپنی بساط کے مطابق سعودی عرب سے دوستی کا فرض نبھایا۔خاص طور پر حرمین شریفین کی حفاظت کا معاملہ ہو یا حرمین شریفین میں جب بھی کبھی امن وامان کا کوئی مسئلہ درپیش ہوا تو پاکستان نے اسے اپنی ذمہ داری سمجھ کر سرانجام دیا اور پاک وطن کے شیر دل جوانوں نے اپنی جانوں پر کھیل کر حرمین شریفین کا دفاع کیا۔اس پورے عرصے میں کبھی سعودی عرب کی فیاضی پر کسی نے انگلی اٹھائی نہ پاکستان کی وفاداری کو شک وشبہ کی نگاہ سے دیکھا گیا،لیکن کچھ عرصے سے عالمِ اسلام میں طاغوتی قوتوں کے ایماء پر شرانگیزی کی جو کوششیں کی جارہی ہیں ان کوششوں کو اخلاقی جواز مہیا کرنے والے موجودہ صورتحال میں بلاوجہ ابہام پیدا کررہے ہیں۔

یادرہے کہ اس وقت پاکستان کی طرف سے سعودی عرب کے دفاعی تعاون کی جو بحث چل رہی ہے اس کا تعلق صرف یمن سے ہے نہ سنی اور شیعہ لڑائی سے اور نہ ہی ایران سعودیہ کشمکش سے،اگر ایسا ہوتا تو پاکستانی فوجیں شام میں ظلم کی چکی میں پسنے والے مظلوم سنیوں کی حمایت کے لیے ضرور حرکت میں آتیں،اگر پاکستان کی ایران سے دشمنی ہوتی تو ایران کی طرف سے بلوچستان میں بار بار پاکستانی بارڈر کی خلاف ورزی کرنے اور پاکستان کی سرزمین پر آکر وار کرنے پر کسی شدید ردعمل کا اظہار کیا جاتا۔اگر یہ شیعہ سنی لڑائی ہوتی تو بغداد اور فلوجہ میں لڑی جاتی......یہ قطعاً شیعہ سنی تنازعہ ہے اور نہ ہی پاکستان سے تعاون سنی یا شیعہ تناظر میں مانگا گیا ہے۔لیکن سمجھ نہیں آتی کہ اس معاملے کو کھینچ تان کر شیعہ سنی لڑائی کیسے قرار دیا جارہا ہے۔پاکستان کا بچہ بچہ یہ سمجھنے سے قاصر ہے کہ اس قضیے میں ایران آخر کہاں سے آگیا؟ جب یمن میں ایک شورش کو کچلنے کی بات کی جاتی ہے تو اس کو ایران پر حملہ کیونکر تصور کرلیا جاتا ہے؟ اگر اس مفروضے کو مان لیا جائے کہ یمنی باغیوں پر حملہ ایران پر حملہ ہے تو پھر سارا مسئلہ ہی حل ہوجاتا ہے کہ اس شورش کو پالنے پوسنے میں کس کا کردار ہے؟اور معاملات کو یہاں تک پہنچانے کے پیچھے کون ہے؟ ظاہر ہے کہ یہ شورش راتوں رات تو نہیں برپا کی گئی بلکہ اس کے پیچھے برسوں بلکہ عشروں کی ریاضت ہے۔اس لیے جب پرائی معاملات میں مداخلت کی بات ہوگی،دوسری سرزمین میں دراندازی کا قضیہ زیر بحث آئے گا اور دوسروں کے خیمے میں سر داخل کرنے کا قصہ چھڑے گا تو اس کا آغاز سعودی اتحاد کی دخل اندازی سے نہیں بلکہ اس کے پس منظر سے شروع ہوگا اور پھر اس میں ظاہر ہے کہ بہت سے پردہ نشینوں کے نام بھی آئیں گے اور بجا طور پر یہ سوال پیدا ہوگا کہ سمندر پار سے آکر پرائی وار لڑنے والوں کے طرزِ عمل پر تو کوئی انگلی نہ اٹھے اور اپنی سرحدوں کے ساتھ ٹکراتی شورش کی موجوں کو پیچھے دھکیلنے والے موردِ الزام ٹھہریں،یہ کہاں کا انصاف ہے؟

دوسرا سوال یہ ہے کہ دنیا کے کسی خطے میں اگر لشکر کشی کی جائے،کہیں کسی مسلح گروہ کو پال پوس کر جوان کیا جائے یا

کوئی مسلح جتھہ خود ہی تیار ہو کر صف بندی کر لے تو اس سے چھٹکارہ پانا پوری دنیا کا مسئلہ قرار دیا جاتا ہے جیسے داعش سے دنیا کو خطرہ محسوس ہوا تو اس کے خلاف اتحاد تشکیل پایا، عرصے سے داعش کے خلاف کارروائیوں کا سلسلہ جاری ہے اگر داعش والے مسلح جنگجو اور باغی ہیں تو یمن کے حوثی کیا دنیا کو پھولوں کے ہار بیچنے میں مصروف عمل ہیں؟ داعش کے لیے اور پیمانے اور حوثی باغیوں کے لیے اور پیمانے کیوں بنا لیے جاتے ہیں؟ امریکا اپنی سلامتی کے لیے سات سمندر پار آ کر افغانستان میں آتش و آہن کی بارش برسائے تو درست، عراق کی اینٹ سے اینٹ بجا دے تو کسی کو پرواہ نہ ہو، ایرانی کمانڈوز پاکستان کی سرحد عبور کر کے پاکستان کی سرزمین میں ریگی کے قتل کا ''کارِ خیر'' سرانجام دیں تو درست اور سعودی عرب اپنے ملک کی طرف بڑھنے والے سیلاب بلاخیز کو روکنے کے لیے یمن کی آئینی حکومت کی درخواست پر یمن کے باغیوں سے یمن اور خود سعودی عرب کو بچانے کی کوشش کرے تو قصور وار...... یہ دوہرے معیار سمجھ سے بالاتر ہیں۔ باغیوں کو صرف اور صرف باغی سمجھنا چاہیے اور دہشت گردوں کو بلاتفریق دہشت گرد جاننا چاہیے، باغیوں اور دہشت گردوں کا نہ کوئی مسلک نہیں ہوتا، اس لیے باغیوں کو شیعہ سنی کے خانے میں بانٹنا اور دہشت گردی کو الگ الگ رنگ دینا صرف افسوسناک ہی نہیں بلکہ خطرناک بھی ہے۔

اس وقت ہمیں اس تمام تر صورت حال کو شیعہ سنی تناظر میں نہیں دیکھنا چاہیے۔ ظاہر ہے کہ دشمن کی کوشش ہوگی کہ وہ عالم اسلام کو شیعہ سنی بلاکوں میں تقسیم کر کے انہیں باہم لڑا لڑا کر اَدھ موا کر دے، اس لیے ہمیں صرف یمن یمن کی رَٹ لگانے کی بجائے یہ دیکھنا ہوگا کہ خرابی کا آغاز کہاں سے ہوتا ہے اور اس ساری مہم جوئی اور شورش کے اسباب وعوامل کیا ہیں؟ جب ہم تاریخ حقائق پر نگاہ ڈالتے ہیں تو اندازہ ہوتا ہے کہ 1979ء میں ایران میں آنے والے انقلاب کو ایکسپورٹ کرنے کی جو پالیسی اختیار کی گئی اور ایران کے جو توسیع پسندانہ عزائم سامنے آئے وہی توسیع پسندی اور ملکوں ملکوں انقلاب کے پرچم لہرانے کی سوچ نے اس وقت پورے عالم اسلام کو فرقہ واریت، قتل وغارتگری اور کشت وخون کے عذاب سے دوچار کر رکھا ہے۔ اس لیے ٹھنڈے دل ودماغ سے عالمِ اسلام کے تمام ممالک خاص طور پر ترکی اور پاکستان کو بڑے بھائی کے طور پر ایران اور سعودی عرب دونوں کو مذاکرات کی میز پر بٹھانا ہوگا اور اس بات کا جائزہ لینا ہوگا کہ عسکریت پسندی، پراکسی وار لڑنے کی خواہشات اور توسیع پسندی کے خواب کس نے کب دیکھنے شروع کیے اور کیوں شروع کیے اور ان خوابوں اور منصوبوں نے عالمِ اسلام کو کس آزمائش سے دوچار کیا اور آنے والے برسوں میں اپنے ہاتھوں بوئے ہوئے یہ بیج کیا گل کھلائیں گے؟ ان بنیادی عوامل کا جائزہ لینے کے بعد ان کے تدارک کی منصوبہ بندی کرنی ہوگی۔

سب سے زیادہ باعث حیرت امر یہ ہے کہ اس وقت قومی مفادات اور پاکستانی سوچ کا اظہار کرنے کے بجائے

بعض عناصر پاک وطن سے زیادہ دوسرے ممالک سے وابستگی اور وفاداری کا اظہار کر رہے ہیں اور جس انداز سے مختلف کونوں کھدروں سے بعض لوگ کھل کر سامنے آ رہے ہیں، اس سے تو یوں بھی محسوس ہونے لگا ہے کہ خاکم بدہن پاکستان میں بھی کہیں کوئی پڑوسی ملک اپنے ''حوثیوں'' کی پرورش میں تو مصروف عمل نہیں۔ محب وطن، اعتدال پسند اور اہلِ علم شیعہ دوستوں کو بھی اس صورتحال کا سنجیدگی سے نوٹس لینا ہوگا کہ وہ مٹھی بھر عناصر جو تاریخ کے اس نازک موڑ پر پاکستان سے زیادہ ایک پڑوسی ملک سے وفاداری کا اظہار کر رہے ہیں اور جو پاکستان میں شیعہ سنی کشیدگی اور محاذ آرائی کا راگ مسلسل الاپ رہے ہیں کہیں وہ ان کی صفوں میں گھسی وہ کالی بھیڑیں تو نہیں جو خود پاکستان میں بسنے والے محب وطن ملت تشیع کی پیٹھ میں خنجر گھونپ رہے ہوں۔

یہاں ایک امر بھی واضح رہے کہ پاکستان اس اہم مرحلہ پر اپنے سیاسی، جغرافیائی، تزویراتی، اقتصادی اور عسکری مفادات اور مقاصد کو پیش نظر رکھتے ہوئے وہ فیصلہ کرے جس کے پاکستان کے مستقبل پر بہتر اثرات مرتب ہوں اور اس کے لیے پاکستان نہ تو کسی ملک کی ناراضگی کی پرواہ کرے اور نہ ہی زمینی حقائق اور معروضی حالات سے نظریں چرانے والے غیر ملکی وکیلوں کے مسلکی وابستگی پر مبنی خدشات کو خاطر میں لائے۔ یاد رہے کہ

؎ لمحوں نے خطا کی تو صدیوں نے سزا پائی

توہین رسالت کا آغاز

یہ اسلام کی ''نشـأة اولىٰ'' (ابتدائے اسلام) کا بالکل آغاز ہے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دعوت اسلام کا برملا اظہار ابھی نہیں فرمایا تھا، حکم الٰہی آتا ہے: ﴿وانذر عشيرتك الاقربين﴾ (الشعراء:۲۱۴) چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے قریش کو جمع کیا اور انہیں بتایا کہ میں اللہ تعالیٰ کا پیغمبر ہوں، تم لوگ میری دعوت قبول کرلو، شرک چھوڑ کر توحید اختیار کرلو، کامیاب ہو جاؤ گے...... ابولہب جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا سگا چچا تھا، اس نے جب یہ سنا تو اٹھ کھڑا ہوا اور کہنے لگا: ''تبا لك، ألهذا جمعتنا؟ ما رأيت أحدا جاء بني أبيه و قومه بأمر ما جئتهم به'' اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو مارنے کے ارادے سے پتھر اٹھایا مگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس توہین پر خاموش رہے۔ یہ پہلی توہین اور اذیت تھی جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو دعوت اسلام کے بعد دی گئی...... ابولہب اور اس کی بیوی ام جمیل اروی بنت حرب جسے قرآن میں ''حمالة الحطب'' کا لقب دیا گیا، تادمِ مرگ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اور دیگر مسلمانوں کو کھلم کھلا اذیت دینے میں پیش پیش رہے اور سورۃ ''لہب'' انہی دونوں کے بارے میں نازل ہوئی۔